

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 4:18:59 AM, 4/11/2015



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدْرَسَہ

حَافِظُ زَيْدٍ عَلَی زَنِّی

**معاونین**

حافظ ندیم ظہیر  
ابو خالد شاکر  
محمد اعظم  
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

**الحديث**

نصرت الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 7 | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ | مئی ۲۰۱۰ء | شمارہ: 5

**اس شمارے میں**

2	عقائد میرسنی	کلمۃ الحدیث
4	عقائد میرسنی	فقہ الحدیث
10	عقائد میرسنی	توضیح الاحکام
سلف صالحین اور بعض مسائل میں اختلاف		
25	عقائد میرسنی	ختم نبوت کی احادیث صحیحہ پر قادیانیوں کے حملے اور (قلنا)
37	عقائد میرسنی	نزع کے عالم میں توبہ قبول نہیں ہوتی
49	ابو حاذ	

**قیمت**

فی شمارہ: 20 روپے  
سالانہ: 200 روپے  
علاوہ محصول ڈاک  
پاکستان: مع محصول ڈاک  
300 روپے

**خط کتابت**

**مکتبہ الحدیث**  
حضرت ضلع ایک

**نشر** حافظ شیر محمد  
0300-5288783

**مقام اشاعت**  
**مکتبہ الحدیث**  
حضرت ضلع ایک

**برائے رابطہ**  
0302-5756937

حافظ زبیر علی زئی

کلمۃ الحدیث

## ہر اختلاف کا حل.....؟

مشہور ثقہ تابعی عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عروہ بن الزبیر نے (سیدنا عبد اللہ) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے کہا: ”أضللت الناس“ آپ نے لوگوں کو غلطی میں مبتلا کر دیا ہے۔ انھوں (ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے عریہ! کیا بات ہے؟ عروہ نے کہا: آپ (ذوالحجہ کے) ان دس دنوں میں عمرے کا حکم دیتے ہیں اور ان (دنوں) میں عمرہ نہیں ہے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا تو اپنی ماں (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) سے اس بارے میں نہیں پوچھتا؟ (یعنی وہ بتا دیں گی کہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔) عروہ نے کہا: بے شک ابوبکر اور عمر دونوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔

تو ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ”هذا الذي أهلككم والله! ما أرى إلا سيعذبكم، إني أحدثكم عن النبي ﷺ وتجيئونني بأبي بكر وعمر.“

اللہ کی قسم! اسی بات نے تمہیں ہلاک کیا ہے، میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ (اللہ) تمہیں عذاب دے گا، میں تمہیں نبی ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم میرے سامنے ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے اقوال و افعال کو پیش کرتے ہو۔ پھر عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں آپ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو جاننے والے اور زیادہ اتباع کرنے والے تھے۔

اس روایت کے راوی خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرمایا: ”قلت: قد كان أبو بكر وعمر علي ما وصفهما به عروة إلا أنه لا ينبغي أن يقلد أحد في ترك ما ثبت به سنة رسول الله ﷺ“

میں نے کہا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) انھی صفات کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ عروہ نے کہا لیکن رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت کے ترک کرنے کے لئے کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ (الفقیہ والمحقق ج ۱ ص ۱۴۵، وسندہ صحیح)

اس سچے قصے سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱: قرآن وحدیث کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

۲: رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں لیکن آپ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص معصوم عن الخطا نہیں لہذا بڑے سے بڑے عالم کی بات غلط ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کبھی غلط نہیں ہوتی۔

۳: حج تمتع بالکل جائز ہے بلکہ دوسرے دلائل کی رو سے بہتر اور افضل ہے۔

۴: حج تمتع کی ممانعت سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں بلکہ عروہ کی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت منقطع ہے کیونکہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔

۵: تقلید جائز نہیں ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ما كنت لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد.“  
میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ (صحیح بخاری: ۱۵۶۳)  
ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی) کا قول پیش کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟ (الاحکام لابن حزم ج ۶ ص ۲۹۳ وسندہ صحیح)

امام حکم بن عتیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے۔ (الاحکام لابن حزم ج ۶ ص ۲۹۳ وسندہ صحیح)

امام عامر الشعمی رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث سنائیں تو اسے پکڑ لو اور جو وہ اپنی رائے سے کہیں اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔  
(سنن الدارمی ۱/۲۷۷ ج ۱ وسندہ صحیح)

یہ ہے سلف صالحین کا منہج کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے اور ہر قسم کے اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے۔

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصباح

## علم و عمل اور جنت کا حصول

۲۱۹) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: (( خصلتان لا تجتمعان في منافق: حُسْنُ سَمْتٍ ولا فقه في الدين )) رواه الترمذي .  
اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق میں دو خصلتیں (عادتیں) جمع نہیں ہوتیں:

بہترین سیرت و اخلاق اور نہ دین میں تفقہ (سو جھبوجھ)

اسے ترمذی (۲۶۸۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے ایک راوی خلف بن ایوب العامری کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے لیکن جمہور کی توثیق کے بعد وہ صدوق اور حسن الحدیث کے درجے پر ہے۔ حافظ ابن حبان نے اُس کی توثیق کے باوجود اسے متعصب مرجی قرار دیا یعنی وہ اہل سنت میں سے نہیں بلکہ اہل بدعت میں سے تھا۔

امام ترمذی نے حدیث مذکور کو ”غریب“ قرار دے کر فرمایا: اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ (خلف بن ایوب) کیسا ہے؟ (جامع ترمذی ص ۶۰۵)

امام ابو جعفر العقیلی نے فرمایا: ”و لكن حدث خلف هذا عن قيس و عوف بمن اكبر لم يتابع عليها و كان مرجئاً“، لیکن اس خلف نے قیس اور عوف سے منکر روایتیں بیان کیں جن میں اُس کی متابعت نہیں کی گئی اور وہ مرجی تھا۔

(کتاب الضعفاء الکبیر ۲/۲۴۲ تا ۲۴۳)

اس جرح سے معلوم ہوا کہ قیس بن الربیع اور عوف الاعرابی سے خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایات منکر یعنی ضعیف و مردود ہیں۔

ظاہر ہے کہ عام پر خاص اور غیر مفسر پر مفسر مقدم ہوتا ہے۔  
شیخ البانی رحمہ اللہ نے خلف بن ایوب کی جرح و تعدیل میں فلسفیانہ بحث کرنے کے  
بعد اس روایت کے دو شاہد ذکر کئے:

- ۱: محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام (تابعی) کی مرسل (بلکہ معضل) روایت  
بحوالہ ابن المبارک، جس کا ضعیف ہونا اس کے انقطاع سے ظاہر ہے۔
- ۲: ابن المبارک کی سند کے ساتھ یہی روایت محمد بن حمزہ عن عبد اللہ بن سلام کی سند کے  
ساتھ (مسند الشہاب للقطاعی ۲۱۰/۱ ج ۳۱۸)

یہ روایت بھی منقطع ہے اور ”عبد اللہ بن سلام“ کے الفاظ میں بھی نظر ہے۔ خلاصہ یہ  
کہ یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں لہذا خلف بن ایوب کی بیان کردہ روایت ضعیف ہی ہے۔  
واللہ اعلم

۲۲۰) وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ: ((من خرج في طلب العلم  
فهو في سبيل الله حتى يرجع.)) رواه الترمذي والدارمي .  
اور (سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص  
طلب علم کے لئے نکلے تو وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) رہتا ہے۔  
اسے ترمذی (۲۶۴) وقال: حسن غریب (اور دارمی) نے روایت کیا ہے۔  
تحقیق الحديث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے راوی خالد بن یزید العتکی، ابو جعفر الرازی اور ربیع بن انس تینوں  
جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے حسن الحديث تھے لیکن حافظ ابن حبان نے ربیع بن انس  
کے بارے میں فرمایا: ”والناس يتقون حديثه ما كان من رواية أبي جعفر عنه  
لأن فيها اضطراب كثير“ اور اس (ربیع بن انس) سے ابو جعفر (الرازی) کی روایت  
سے لوگ بچتے ہیں کیونکہ اس میں بہت اضطراب ہے۔ (کتاب الثقات ج ۴ ص ۲۲۸)  
یہ خاص جرح ہے لہذا عام تعدیل پر مقدم ہے یعنی ربیع بن انس سے ابو جعفر الرازی کی

بیان کردہ روایات ضعیف ہیں اور دوسرے ثقہ و صدوق راویوں کی بیان کردہ روایات حسن یا صحیح ہیں۔

تنبیہ: دارمی والحوالہ نہیں ملا۔ واللہ اعلم

(۲۲۱) وعن سخره الأزدي قال قال رسول الله ﷺ :

(( من طلب العلم كان كفارة لما مضى )) رواه الترمذي والدارمي .

وقال الترمذي : هذا حديث ضعيف الإسناد و أبو داود الراوي يضعف .

اور (سیدنا) سخرہ الازدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص علم حاصل کرتا ہے تو یہ اُس کے ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۴۸) اور دارمی (۵۶۷/۱۳۹۱) نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور (اس کا) راوی ابو داود (نفع الاعمی) ضعیف قرار دیا جاتا

ہے۔

تحقیق الحديث: اس روایت کی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

اسے امام ترمذی اور امام دارمی دونوں نے ابو عبد اللہ محمد بن حمید بن

حیان الرازی التمیمی سے روایت کیا ہے۔ بعض نے اُس کی توثیق کی ہے لیکن جمہور

محدثین نے اُس پر جرح کی ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”حافظ ضعیف و

کان ابن معین حسن الرأي فيه“ وہ حافظ ضعیف ہے اور ابن معین اُس کے بارے

میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ (تقریب التہذیب: ۵۸۳۴)

امام بخاری اُس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے، بلکہ انھوں نے فرمایا:

”فيه نظر“ (التاريخ الكبير ۶۹۱)

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے فرمایا: ”من ذلك أن البخاري إذا قال في الرجل :

سکتوا عنه أو : فيه نظر ، فإنه يكون في أدنى المنازل و أردئها عنده ولكنه

لطيف العبارة في التجريح فليعلم ذلك .“



اس میں سے (امام) بخاری کا یہ قول ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے بارے میں ”سکتوا عنه“ یا ”فیہ نظر“ کہیں تو یہ اُن کے نزدیک ادنیٰ ترین اور ردی (بہت شدید) جرح ہوتی ہے لیکن وہ جرح میں الفاظ بہت لطیف (نرم) استعمال کرتے ہیں، اسے خوب سمجھ لیں۔

(اختصار علوم الحديث ج ۳۲، اردو ترجمہ لائق الحروف ص ۶۹)

محمد بن حمید الرازی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ”الرازي الحافظ: ليس بثقة“ رازی حافظ، ثقہ نہیں ہے۔ (المجرب دنی اسماء رجال سنن ابن ماجہ: ۱۷۴)

فائدہ: جو حافظ بھی ہو اور ضعیف بھی ہو تو وہ سخت ضعیف بلکہ متروک ہوتا ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی ابو داؤد نفع بن الحارث الاعمی سخت مجروح، متروک بلکہ کذاب راوی تھا۔ اُس کے بارے میں اُس کے ہم عصر امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کذاب“ وہ جھوٹا ہے۔

(کتاب الجرح والتعديل ۸/۴۹۰ وسندہ صحیح، اکامل لابن عدی ۷/۲۵۲۳-۲۵۲۴ وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”متروک ...“ إلخ وہ متروک ہے... إلخ (تقریب التہذیب: ۱۸۱)

۲۲۲) وعن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ: ((لن يشيع

المؤمن من خيرٍ يسمعه حتى يكون منتهاه الجنة.)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مومن بھلائی سننے سے سیراب نہیں ہوتا یعنی اکتاتا نہیں حتیٰ کہ اُس کا آخری ٹھکانا جنت ہے۔ اسے ترمذی (۲۶۸۶) وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث: اس روایت کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۲۳۸۵، الاحسان: ۳۳۶۷) حاکم (۴/۱۳۰ ح ۷۱۷۵) اور ذہبی (!) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت کے راوی ابوالسّمح دراج بن سمعان القرشی السہمی المصری جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحديث ہیں۔



ابن خزيمة، ابن حبان، ابن الجارود، الضياء المقدسي، حاکم اور ذہبی نے اُن کی بیان کردہ احادیث کو صحیح، ترمذی اور پیشی نے حسن قرار دیا ہے۔

بعض علماء نے دراج کی ابوالہیثم سے بیان کردہ روایات پر جرح کی، جس کا مختصر تحقیقی جائزہ درج ذیل ہے:

☆ ابن عدی نے اپنے استاذ ابن ابی عصمہ کی سند کے ساتھ امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید والی احادیث میں ضعف ہے۔

(اکمال ۹/۳، دوسرا نسخہ ۱۰/۳)

اس قول کی سند عبد الوہاب بن ابی عصمہ عصام بن الحکم الشیبانی العکبری (متوفی ۳۰۸ھ) کی توثیق نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ ابو عبیدہ الآجری نے امام ابوداؤد سے نقل کیا کہ دراج کی ابوالہیثم عن ابی سعید کے علاوہ احادیث مستقیم (یعنی صحیح و حسن) ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲۰۸/۳)

اس قول کا راوی ابو عبیدہ الآجری بذاتِ خود نامعلوم اور مجہول التوثیق ہے لہذا یہ قول ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: پانچویں صدی کے محدث حافظ خلیلی (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: عمرو بن الحارث کی حدیث اگر دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو تو لکھی جاتی ہے اور اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحديث ۴۰۵/۱)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”صدوق، فی حدیثہ عن أبی الہیثم ضعف“ وہ سچے ہیں، ابوالہیثم سے اُن کی حدیث میں ضعف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۸۲۴)

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام احمد اور امام ابوداؤد کی طرف منسوب اقوال ذکر کر کے اُن پر کوئی جرح نہیں کی لہذا معلوم ہوتا ہے کہ تقریب التہذیب کے اس قول کی بنیاد یہی دو غیر ثابت اقوال ہیں۔ واللہ اعلم

اب ابوالہیثم سے دراج کی روایت کی توثیق، تصحیح اور تحسین پیش خدمت ہے:

۱: اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے دراج عن أبي الهيثم عن أبي سعيد والی سند کے بارے میں فرمایا:

”ما كان هكذا الإسناد فليس به بأس“ جو اس طرح کی سند سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین، رولۃ الدورى: ۵۰۳۹)

امام عباس بن محمد الدورى رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سألت يحيى بن معين عن أحاديث دراج عن أبي الهيثم عن أبي سعيد فقال: هذا إسناد صحيح“ میں نے یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) سے دراج کی ابو الہیثم عن ابی سعید والی احادیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک للحاکم ۲/۲۳۶-۲۳۷ ح ۲۹۷۱ وسندہ صحیح)

۲-۶: ابن خزیمہ، ترمذی، ابن حبان، حاکم اور ضیاء المقدسی وغیرہم جمہور محدثین نے دراج کی ابو الہیثم سے بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا لہذا جمہور کے مقابلے میں خلیلی اور عسقلانی وغیرہما کی جرح مرجوح ہے۔

#### فقہ الحديث:

- ۱: ہر وقت خیر کے حصول اور تحصیل علم میں مصروف رہنا چاہیے۔
- ۲: علم میں خیر ہے بشرطیکہ اُسے صحیح استعمال کیا جائے۔
- ۳: علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔
- ۴: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان علماء و عاملین کے لئے اعلیٰ ترین تحفہ جنت ہے۔

#### بدعتی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا:

یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں لہذا دیکھو کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اللہ ان (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔

(الطیوریات ۲/۳۱۸ ح ۲۵۸ وسندہ حسن، حلیۃ الاولیاء ۸/۱۰۴، وسندہ صحیح)

حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الاحکام

سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام؟

**سوال** سرفراز خان صفدر دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے: ”مقام ابی حنیفہ“ اس کتاب میں انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف و توثیق کے بارے میں بہت سے محدثین کرام کے اقوال لکھے ہیں اور کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ کیا یہ اقوال ان محدثین کرام سے ثابت ہیں، جن کا سرفراز خان صفدر مذکور نے ذکر کیا ہے؟ کسی ڈاکٹر انوار احمد اعجاز (?) نے سرفراز خان کے بارے میں لکھا ہے:

”امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کا نام نامی ملت اسلامیہ میں اپنے تحقیقی و علمی کام کی بدولت ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ نے ۵۰ کے قریب کتب یادگار چھوڑی ہیں جن کا علمی و تحقیقی معیار نہایت بلند ہے۔

... لیکن ”احسن الکلام“، ”تسکین الصدور“، ”اظہار العیب“، ”الکلام المفید“، ”راہ سنت“، ”شوق حدیث“، ”طائفہ منصورہ“ اور ”مقام ابی حنیفہ“ میں جس انداز سے علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اس کی بدولت ان تصنیفات نے برصغیر کے سبھی دینی مفکرین سے بے پناہ داد پائی، خاص طور پر ”مقام ابی حنیفہ“ تو ایک ایسا شاہکار ہے کہ اس کی نظیر شاید ہی پیش کی جاسکے۔“

(دیوبندی رسالے: الشریعہ کا سرفراز خان صفدر نمبر ۲۰۲، بمطابق جولائی تا اکتوبر ۲۰۰۹ء)

کیا درج بالا باتیں صحیح ہیں اور کیا واقعی مقام ابی حنیفہ نامی کتاب میں علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا مظاہرہ کیا گیا ہے؟

غیر جانبدارانہ تحقیق اور انصاف سے جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ (ایک سائل)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين،

أما بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا﴾

اور جب تم بات کرو تو عدل (انصاف سے) کرو۔ (الانعام: ۱۵۲)

نیز فرمایا: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ط اِعْدِلُوا قف ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ اُکسائے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (بلکہ) عدل و انصاف کرو، یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ (المائدہ: ۸)

اس اصول کو دل و جان سے پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کے سوال کا جواب درج ذیل ہے: جو کتابیں اپنے مصنفین سے ثابت ہیں، اُن کی دو قسمیں ہیں:

اول: کتاب کے مصنف نے یہ شرط لگائی ہے کہ میری کتاب کی ہر روایت اور ہر قول میرے نزدیک با سند صحیح ثابت ہے مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام مرفوع مسند متصل احادیث۔ اگر ایسی کتاب کو اُمت کا بالاتفاق تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس کی روایات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور بغیر کسی خوف کے ان روایات کا حوالہ دینا جائز ہے۔

دوم: کتاب کے مصنف نے صحیح یا ضعیف کی کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ کسی خاص مقصد کے لئے ہر قسم کی روایات یا اقوال جمع کر کے لکھ دیئے مثلاً تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، الانتقاء لابن عبد البر، مناقب موفق المکی اور عام کتب حدیث و کتب تاریخ۔

اس قسم کی تمام کتابوں کی صرف وہی روایت قابلِ اعتماد ہوتی ہے، جس کتاب کا مصنف بذاتِ خود ثقہ و صدوق یعنی قابلِ اعتماد ہو اور جس کی سند صاحبِ کتاب سے آخری قائل و فاعل یا متن تک متصل اور صحیح و حسن لذاتہ ہو۔

اگر یہ تمام شرطیں یا ان میں سے ایک شرط مفقود ہو تو پھر ایسی کتابوں سے کوئی روایت یا قول نقل کر کے جلد اور صفحے کا حوالہ دینا بے فائدہ اور فضول ہے بلکہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے جو کہ شرعاً حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ محمد سرفراز خان صفدر کڑمنگی دیوبندی نے ”مقام ابی حنیفہ“ نامی کتاب میں کتابوں کا حوالہ دے کر امام ابو حنیفہ کی تعریف و توثیق میں جو روایات لکھی ہیں، ان میں سے بہت سی روایات سنداً صحیح و ثابت نہیں بلکہ موضوع، باطل، مردود اور ضعیف ہیں۔ فی الحال ان میں سے بطور نمونہ صرف دس روایات مع تحقیق پیش خدمت ہیں:

(۱) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”محدث اسرائیل فرماتے تھے کہ نعمان بن ثابتؓ کیا ہی خوب مرد تھے جو ہر ایسی حدیث کے حافظ تھے جس میں فقہ ہوتی تھی اور اس کی وہ خوب بحث و تحقیق کیا کرتے تھے اور اس میں فقہ کی تہ تک پہنچتے تھے۔... (بغدادی جلد ۱ ص ۳۳۹)“

(مقام ابی حنیفہ ص ۷۲، نیز دیکھئے ص ۱۱۲)

عرض ہے کہ تاریخ بغداد (ج ۱ ص ۳۳۹ ت ۷۲۹) اور کتاب: اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصریری (ص ۹) کی اس روایت کی سند میں ابو العباس احمد بن محمد بن الصلت بن المغلس الحمانی المعروف بابن عطیہ راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”کان ينزل المشرقية ببغداد ، رأيتہ فی سنة سبع و تسعين و مائتين ... وما رأيت فی الکذابین أقل حياء منه ...“

وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷ (ہجری) میں دیکھا... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا (بے شرم جھوٹا) اور کوئی نہیں دیکھا۔

(الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۰۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۸)

⑤ حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”أبو العباس من أهل بغداد يروي عن العراقيين ، كان يضع الحديث عليهم ...“ ابو العباس اہل بغداد میں سے ہے، وہ عراقیوں سے روایت کرتا تھا، وہ ان پر حدیث گھڑتا تھا۔ (کتاب البحر وجین ج ۱ ص ۱۵۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۶۸)

③ امام دارقطنی نے کہا: ”يضع الحديث“ وہ حدیث گھڑتا تھا۔

(الضعفاء والمتروكون: ۵۹، سوالات الحاکم: ۳۴، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۴۲ و سندہ صحیح)

- ④ امام ابن ابی الفوارس نے کہا: ”کان یضع“ وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔  
(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۹ ت ۱۸۹۶، وسندہ صحیح)
- ⑤ خطیب بغدادی نے کہا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں اکثر باطل ہیں، اُس نے انھیں گھڑا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)
- ⑥ حافظ ابن الجوزی نے احمد بن الصلت کو حدیث کا چور قرار دیا۔  
دیکھئے کتاب الموضوعات (ج ۳ ص ۱۱۸، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۳۴۱ ح ۱۵۸۱)
- ⑦ حاکم نیشاپوری نے کہا: ”روی عن القعنبي و مسدد و إسماعيل بن أبي أويس و بشر بن الوليد أحاديث و ضعها ، و قد وضع المتون أيضاً مع كذبه في لقي هؤلاء ...“ اس نے قعنبي، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنھیں اُس نے گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات کے جھوٹ کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۲۱ ت ۱۹)
- ⑧ ابو نعیم اصبہانی نے کہا: وہ ابن ابی اویس، قعنبي اور ایسے شیوخ سے مشہور اور مکرر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ ”لا شیء“ کوئی چیز نہیں ہے۔  
(کتاب الضعفاء لابن نعیم ص ۶۵ ت ۳۱)
- ⑨ احمد بن الصلت کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ”کان یضع الحديث“ وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۸۹ ت ۲۲۶)
- اور کہا: ”وضاع“ وہ حدیثیں گھڑنے والا تھا۔ (دیوان الضعفاء للذہبی ص ۲۹ ج ۱ ت ۵۰)
- ذہبی نے مزید کہا: ”کذاب وضاع“ إلخ وہ جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا ہے۔ إلخ  
(میزان الاعتدال ۱۴۰۱ھ)
- ⑩ حافظ ابن کثیر الدمشقی نے احمد بن الصلت کے بارے میں کہا:  
”أحد الوضاعين للأحاديث“ وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔  
(البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۷ وفيات ۳۰۸ھ)

دس علماء کی ان گواہیوں سے معلوم ہوا کہ ابن الصلت الحماني کذاب اور وضاع تھا۔ اس کذاب و وضاع کی روایت کو بطور حجت پیش کر کے سرفراز خان (صاحب) نے علمی و تحقیقی اور فنی کمال کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ کذب نوازی کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ ثابت ہوا کہ انوار احمد اعجاز (?) نے سوال میں مذکور عبارت میں غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ ”برصغیر کے سبھی دینی مفکرین سے بے پناہ داد پائی“ بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔

اس کذاب اور وضاع (احمد بن الصلت الحماني) پر دوسرے علماء نے بھی جرح کی ہے اور ابن ابی خيثمه سے ابن الصلت (مذکور) کی توثیق و تعریف قطعاً ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے التَّنْكِيلُ بِمَافِي تَأْنِيْبِ الْكُوثَرِيِّ مِنَ الْإِبَاطِيلِ (۱/۷۰-۷۱-۷۲-۷۳)

۲) سرفراز خان صفدر نے لکھا:

”عبداللہ بن ادريس“ ایک موقع پر امام ابو حنیفہؒ کی آمد پر اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، اس پر اُن کے کچھ رفقاء نے جن میں امام ابو بکرؒ بن عیاشؒ بھی تھے معترض ہوئے کہ آپ اس شخص کے لیے کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ابو حنیفہؒ کا پایہ علم میں بہت بلند ہے اگر میں اُن کے علم کے لیے نہ کھڑا ہوتا تو اُن کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا اور اگر عمر کا لحاظ بھی نہ کرتا تو قُمْتُ لِفَقْهِهِ (اُن کی فقہ کے لیے کھڑا ہوتا)۔ اگر فقہ کے لیے بھی نہ کھڑا ہوتا تو اُن کے زہد کے لیے کھڑا ہوتا۔ (تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۳۴۱)“

(مقام ابی حنیفہ ص ۷۵)

اس روایت میں ایک راوی ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الہمدانی المعروف بابن عقدہ ہے، جس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ”وہ گند آدمی تھا“ آپ اس کے رافضی ہونے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۲/۲۲۵، لسان المیزان ۲/۲۶۱ تا ۸۱۷، اور میری کتاب: علمی مقالات ج ۱ ص ۷۷-۷۸) امام دارقطنی نے مزید فرمایا: وہ منکر روایتیں کثرت سے بیان کرتا ہے۔



(تاریخ بغداد ۲۲/۵ و سندہ صحیح)

ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا البغدادی المعروف بابن حیویہ نے فرمایا: ابن عقدہ جامع  
برائے (بغداد) میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا (سیدنا) ابو بکر اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہما) کی  
برائیاں اور سب و شتم لکھواتا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور اس  
کے بعد میں اس سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرتا ہوں۔ (سوالات حمزہ السبئی: ۱۶۶، و سندہ صحیح)  
محمد بن الحسین بن مکرم البغدادی البصری نے ایک سچا واقعہ بیان کیا، جس سے ثابت  
ہوتا ہے کہ ابن عقدہ نے عثمان بن سعید المرمری رحمہ اللہ کے بیٹے کے گھر سے کتابیں چُرالی  
تھیں۔ (دیکھئے الکامل فی الضعفاء لابن عدی ۲۰۹/۱ و سندہ صحیح، علمی مقالات ج ۱ ص ۷۸)۔  
یعنی ابن عقدہ چور تھا۔

ابن عقدہ کا استاذ ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم بن قتیبہ الانصاری الکوفی مجہول الحال ہے،  
میرے علم کے مطابق کسی سے اس کی توثیق ثابت نہیں۔

اس کے مجرد ذکر کے لئے دیکھئے غایۃ النہایہ لابن الاثیر (۴۰۳/۱ تا ۱۷۱۶)  
اس روایت کی سند میں ابراہیم بن البصیر نا معلوم ہے۔ اگر اس سے مراد ابراہیم بن  
النضر ہے تو وہ بھی مجہول ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ  
اسماعیل بن حماد دو تھے: (۱) اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان  
(۲) دوسرا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ الفقیہ۔

ثانی الذکر کو معتدل امام ابن عدی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔  
دیکھئے الکامل لابن عدی (۳۰۸/۱، دوسرا نسخہ ۵۰۹/۱-۵۱۰)

حافظ ابن الجوزی (الضعفاء والمترکین ۱۱۰/۱) اور حافظ ذہبی (دیوان الضعفاء ۸۳/۱  
ت ۳۹۴) دونوں نے اسے ضعیف (ضعیف راویوں) میں درج کیا۔ حافظ ابن حجر نے بطور  
جزم امام مطین سے نقل کیا کہ وہ (اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ) قرآن کو مخلوق سمجھتا تھا اور  
کہتا تھا، یہ میرا دین ہے، میرے باپ اور میرے دادا کا دین ہے۔

امام مطین یا حافظ ابن حجر نے کہا: اُس نے دونوں (باپ اور دادا) پر جھوٹ بولا ہے۔  
(لسان المیزان ج ۱ ص ۳۹۹، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۱۸)  
خلاصہ یہ کہ یہ روایت ابن عقدہ رافضی اور چور کی وجہ سے موضوع ہے۔  
اخبار ابی حنیفہ للصیرمی (ص ۷۳) میں اس روایت کی ایک اور سند ہے، جس کا جائزہ  
درج ذیل ہے:

اس کا پہلا راوی ابو القاسم عبداللہ بن محمد (بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبید) المعدل  
(المختصر المحلو فی الشاہد) کذاب تھا۔ محدث ازہری نے اس کے بارے میں کہا:  
”... ویضع الحدیث“... اور وہ حدیث گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۸)  
تفصیل کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۴۹۷) اور لسان المیزان (۳/۳۵۰-۳۵۱)،  
دوسرا نسخہ ۱۴۳۲-۱۴۳۳

امام دارقطنی وغیرہ محدثین بغداد نے اُسے احادیث اور سندیں گھڑنے والا قرار دیا۔  
(دیکھئے سوالات حمزہ السبئی: ۳۲۹)  
عبدالصمد بن عبید اللہ الدلال اور عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ دونوں کی توثیق نامعلوم ہے۔  
ابراہیم بن الضمر نامعلوم ہے اور اسماعیل بن حماد غیر متعین ہے جیسا کہ سابقہ روایت  
کی تحقیق میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔

تنبیہ: امام عبداللہ بن ادریس سے ان موضوع روایات کے برعکس امام ابو حنیفہ پر جرح  
ثابت ہے۔ دیکھئے کتاب الضعفاء الکبیر للعقلمی (۴/۴۴۰) وسندہ صحیح (اور تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۳)  
ص ۳۹۳ وسندہ صحیح

۳) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”ابو مسلم المستملی نے امام ابو خالد یزید بن ہارون سے دریافت کیا کہ آپ کی ابو حنیفہ اور ان  
کی کتابیں دیکھنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ:

... اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں کو ضرور دیکھو کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو ان کے قول کو دیکھنا پسند کرتا ہو۔“

(مقام ابی حنیفہ ص ۷۶ بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۲)

اس روایت میں احمد بن محمد بن الصلت الحماني کذاب ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱  
عبداللہ بن محمد الحلو انی بھی کذاب ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۲  
یعنی یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا: ”أدرکت الناس فما رأيت أحداً أعقل ولا أفضل ولا أروع من أبي حنيفة“ میں نے لوگوں کو دیکھا تو ابو حنیفہ سے زیادہ عقلمند، افضل اور زیادہ پرہیزگار دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحہ فی اخبار الامام ابی حنیفہ قلمی ص ۷۷)

معلوم ہوا کہ امام یزید بن ہارون سے امام ابو حنیفہ کی تعریف ثابت ہے لیکن صریح توثیق ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

(۴) سرفراز خان صفدر نے کہا:

”امام عبداللہ بن المبارکؒ کے سامنے کسی شخص نے امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کی تو وہ شیر بر کی طرح گرجتی ہوئی آواز میں فرمانے لگے و یحک۔ تعجب ہے تجھ پر تو اس شخص کی شان میں گستاخی کر رہا ہے جس نے پینتالیس سال پانچ نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں اور جو رات کو پورا قرآن کریم دو رکعتوں میں ختم کرتا رہا ہے... (بغدادی ص ۳۵۵ ج ۱۳ و مناقب موفق ص ۲۳۶ ج ۱ و تبیض الصحیفہ ص ۳۵)“ (مقام ابی حنیفہ ص ۷۹، ۸۰)

مناقب موفق میں یہ روایت خطیب بغدادی کی سند و متن سے مذکور ہے اور تبیض الصحیفہ للسیوطی (ص ۱۱۴) میں بغیر سند اور بغیر حوالے کے لکھی ہوئی ہے لہذا تبیض کا حوالہ مردود ہے۔

تاریخ بغداد اور اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیرمی (ص ۷۷) کی اس روایت کے درج

ذیل راویوں کی توثیق نامعلوم ہے:

(۱) منصور بن ہاشم (مجهول)

(۲) احمد بن ابراہیم (غیر متعین)

(۳) محمد بن سہل بن منصور المروزی (نامعلوم)

معلوم ہوا کہ یہ روایت ان مجہول راویوں کی وجہ سے موضوع ہے۔

تنبیہ: امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا: ”و رأیت أفضہ الناس.... و أما

أفضہ الناس فأبو حنیفہ“ اور میں نے لوگوں میں سے سب سے بڑا فقیہ دیکھا.... لوگوں

میں سب سے بڑے فقیہ ابو حنیفہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۲-۳۴۳ وسندہ صحیح)

ابن المبارک نے مزید کہا: جب سفیان (ثوری) اور ابو حنیفہ (کسی مسئلے پر) جمع ہو جائیں تو

اُن کے مقابلے میں فتویٰ دینے کے لئے کون شخص کھڑا ہو سکتا ہے؟

(تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳ وسندہ صحیح)

اور فرمایا: جب یہ دونوں یعنی ثوری اور ابو حنیفہ کسی چیز پر جمع ہو جائیں تو وہ چیز قوی ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳، الانقضاء ۱۳۲، وسندہ صحیح)

امام ابن المبارک نے کہا: اگر کسی کے لئے رائے سے بات کرنا مناسب ہو تو وہ ابو حنیفہ

کے لئے مناسب تھا کہ وہ رائے سے کہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳ وسندہ صحیح)

ان تعریفی روایات میں صریح توثیق کا کوئی ذکر نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ یہ تمام

روایات دوسری صحیح روایات کی رو سے منسوخ ہیں۔

ثقفہ و صدوق ابراہیم بن شماس فرماتے تھے: ابن المبارک نے آخر میں ابو حنیفہ کو ترک کر دیا

تھا۔ (کتاب البحر و حین لابن حبان ج ۳ ص ۷۱ وسندہ حسن)

حسن بن ربیع (ثقفہ) نے کہا: ابن المبارک نے اپنی وفات سے تھوڑے دن پہلے ابو حنیفہ کی

حدیث کو کاٹ دیا تھا۔ (معرفۃ العلل والرجال لعبد اللہ بن احمد بن حنبل ۱۲/۱۲۹، وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے الاسانید الصحیحہ (قلمی ص ۲۱۰ تا ۲۱۹)

نعمان بن ثابت پر امام عبداللہ بن المبارک کی صحیح و ثابت جرح کے لئے دیکھئے  
الاسانید الصحیحہ (قلمی ص ۲۱۰-۲۱۹) الکامل لابن عدی (۷/۴۲۷-۴۲۸ وسندہ صحیح) کتاب السنۃ  
لعبداللہ بن احمد بن حنبل (۳۴۶ وسندہ صحیح) کتاب الثقات لابن حبان (۸/۶۹-۷۰ وسندہ  
صحیح) کتاب المعرفۃ والتاریخ (۸۳۲-۸۳۳ وسندہ صحیح) اور تاریخ بغداد (۱۳/۴۲۶-۴۲۷ وسندہ صحیح)  
۵) سرفراز خان صفدر نے لکھا:

”نضر بن شمیل فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غافل اور بے خبر و غفہ تھے۔ ابوحنیفہؒ نے اُن کو  
جگایا ہے.... (بغدادی جلد ۱ ص ۳۴۵)“ (مقام ابی حنیفہ ص ۸۱)  
اس روایت میں احمد بن الصلت الحماني کذاب ہے۔ دیکھئے یہی مضمون روایت نمبر ۶  
۶) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”محمد بن بشر کا بیان ہے کہ میں امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتا جاتا رہتا  
تھا۔ تو جب میں سفیانؒ کے پاس حاضر ہوتا تو وہ فرماتے۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ  
ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو وہ فرماتے کہ:.... واقعی تم تو زمین کے فقیہ تر انسان کے پاس  
سے آئے ہو۔.... (بغدادی ص ۲۴۳ ج ۱۳)“ (مقام ابی حنیفہ ص ۸۰)

اس روایت میں عمر بن شہاب العبدي راوی ہے جس کے حالات کسی کتاب  
میں نہیں ملے اور نہ کسی سے اُس کی توثیق ثابت ہے لہذا یہ مجہول ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت عمر بن شہاب کے مجہول ہونے کی وجہ سے موضوع ہے اور امام  
سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جرح کی متواتر روایات کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے منکرو  
مردود ہے۔

امام سفیان ثوری کی امام ابوحنیفہ پر جرح کی روایات کے لئے دیکھئے: معرفۃ العلل  
والرجال (۲/۲۲۵ رقم ۱۶۲۲، وسندہ صحیح) تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (۱۳۳۶، وسندہ حسن)  
طبقات المحمدین باصہبان (۲/۱۱۰، مخطوطہ ۱۱۰/۱، وسندہ حسن) اور کتاب السنۃ لعبداللہ بن  
احمد (۱۹۵ ج ۸ ص ۷۲۷ وسندہ حسن)

۷) سرفراز خان صفدر نے کہا:

”امام صدر الائمہؒ کی اپنی سند کے ساتھ امام زفرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:-  
بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہؒ، عبد الملک بن ابی سلیمانؒ، لیث بن ابی سلیمؒ،  
مطرف بن طریفؒ اور حصین بن عبد الرحمنؒ وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کے پاس آتے جاتے رہتے  
تھے اور ایسے (دقیق) مسائل اُن سے دریافت کرتے تھے جو ان کو درپیش ہوتے تھے اور  
جس حدیث کے بارے میں ان کو اشتباہ ہوتا ہے اس کے متعلق بھی وہ ان سے سوال کرتے  
تھے۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۱۴۹)“ (مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۳)

عرض ہے کہ صدر الائمہؒ موفقؒ کی معتزلی اور رافضی تھا۔ کردری حنفی نے کہا:

”وذكر صدر الأئمة المكي أخطب الخطباء الخوارجي المعتزلي القائل  
بتفضيل علي علي كل الصحابة“، یعنی موفقؒ کی معتزلی تھا، وہ تمام صحابہ پر علیؑ کی فضیلت کا قائل تھا۔ (مناقب کردری ج ۱ ص ۸۸)

موفق رافضی معتزلی نے یہ روایت ابو محمد الحارثی (عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری)  
سے نقل کی۔ دیکھئے مناقب الموفق (ج ۲ ص ۱۴۸)

ابو محمد الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ وغیرہ نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

(کتاب القراءة للنبی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۸۷ ج ۱ ص ۳۸۸ و سندہ صحیح)

نیز دیکھئے لسان المیزان (۳/۳۴۸-۳۴۹) اور میری کتاب: نور العینین (ص ۴۳)

حارثی کا مزعوم استاد اسماعیل بن بشر مجہول ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔

۸) سرفراز خان نے لکھا ہے:

”چنانچہ امام صدر الائمہؒ کی امام حسن بن زیادؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:-  
...امام ابو حنیفہؒ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ دو ہزار صرف حمادؒ کے طریق سے اور دو  
ہزار باقی شیوخ سے۔ (مناقب موفق ج ۱ ص ۹۶)“ (مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۶)

یہ روایت تین وجہ سے موضوع ہے:

- اول: آل تقلید کا صدر الائمہ رافضی اور معتزلی تھا۔ دیکھئے روایت نمبر ۷
- دوم: موفق رافضی و معتزلی اور حسن بن زیاد اللؤلؤی کے درمیان سند غائب ہے۔ اس رافضی کی پیدائش سے پہلے حسن بن زیاد مر گیا تھا لہذا اس روایت کی سند کہاں ہے؟
- سوم: حسن بن زیاد مشہور کذاب تھا۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: اور حسن اللؤلؤی کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۶۵، میری کتاب: علمی مقالات ج ۲ ص ۳۳۷)
- عبدالغفار دیوبندی (.....) نے لکھا ہے: ”سید الحفظ یحییٰ بن معین الحنفی المقلد“ (دیوبندی رسالہ: قافلہ حق ج ۳ شمارہ ۴ ص ۱۹)
- امام یحییٰ بن معین نہ تو حنفی تھے اور نہ مقلد بلکہ اُن کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے کہا: اہل حدیث کے امام (المستدرک ج ۱ ص ۱۹۸ ح ۱۰، علمی مقالات ج ۱ ص ۶۴ فقرہ ۱۳)
- نیز دیکھئے (سوال و جواب والا) مضمون: امام یحییٰ بن معین اور توثیق ابی حنیفہ؟
- حسن بن زیاد کے بارے میں امام نسائی نے فرمایا: ”کذاب خبیث“ (الطبقات للنسائی آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۶، دوسرا نسخہ ص ۳۱۰)
- یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ”الحسن اللؤلؤی کذاب“ (کتاب المعرفة والتاریخ ۵۶/۳)
- امام یزید بن ہارون (جنہیں سرفراز خان صفدر نے الحافظ القدوہ اور شیخ الاسلام کہا ہے۔ دیکھئے مقام ابی حنیفہ ص ۷۶) نے حسن بن زیاد کے بارے میں فرمایا: کیا وہ مسلمان ہے؟ (الضعفاء للعقلمی ج ۱ ص ۲۲۷ و سندہ صحیح، اخبار القضاة لابن حیان ۱۸۹/۳، و سندہ صحیح، علمی مقالات ج ۲ ص ۳۳۷)
- یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا، نیز ایک دفعہ ایک سچے امام نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا کہ اُس نے نماز میں سجدے کے دوران میں ایک لڑکے کا بوسہ لے لیا تھا۔
- ایسے گندے کذاب کی روایت سے سرفراز خان کڑمٹگی نے استدلال کر کے اپنے



بارے میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ علم و تحقیق اور انصاف سے یہ شخص (سرفراز خان) بہت دُور تھا اور ترویج اکاذیب میں بہت مصروف تھا۔

(۹) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”امام ابو زکریا یحییٰ بن معینؒ سے دریافت کیا گیا کہ: ... کیا امام ابو حنیفہؒ حدیث میں سچے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں سچے تھے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۹)“

(مقام ابی حنیفہ ص ۱۲۸)

جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر میں یہ روایت محمد بن الحسین الازدی الموصلی الحافظ کے حوالے سے لکھی ہوئی ہے۔ اس ازدی کے بارے میں امام ابو بکر البرقانی نے اشارہ کیا کہ وہ ضعیف تھا۔ خطیب بغدادی نے کہا: اس کی حدیث میں غرائب اور منکر روایتیں ہیں، وہ حافظ تھا... (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۳ ت ۷۰۹)

حافظ ذہبی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا اور کہا: وہ منکر روایتیں اور غرائب بیان کرنے والا تھا، برقانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیوان الضعفاء والمترکین ۲/۲۹۲ ت ۳۶۷۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: اور ازدی ضعیف ہے... الخ (ہدی الساری ص ۳۸۶ ترجمہ احمد بن شیبہ)

نیز دیکھئے مضمون: امام یحییٰ بن معین اور توثیق ابی حنیفہ؟ (ص ۱)

یہ شخص امام ابن معین کی وفات (۲۳۳ھ) کے ۱۴۱ سال بعد ۳۷۷ھ میں فوت ہوا۔

ازدی مذکور نے امام ابن معین تک کوئی سند بیان نہیں کی لہذا یہ بے سند و مجروح روایت موضوع ہے۔

(۱۰) سرفراز خان نے کہا:

”حضرت روحؒ بن عبادہؒ فرماتے ہیں کہ میں ۱۵۰ھ میں مشہور محدث ابن جریجؒ کے پاس تھا کہ اچانک حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر آ گئی۔ ابن جریجؒ نے اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھ کر صدمہ کے ساتھ یہ فرمایا کہ:-

اُمّی علم ذہب - (بغدادی ج ۳ ص ۳۳۸) کتنا بڑا علم رخصت ہو گیا ہے۔“  
(مقام ابی حنیفہ ص ۷۱-۷۲)  
اس روایت کا ایک راوی ابو محمد عبداللہ بن جابر بن عبداللہ الطرسوسی المزہزی ہے، جس  
کے بارے میں ابو احمد الحاکم نے کہا: ”ذاهب الحديث .. منكر الحديث“  
وہ حدیث میں گیا گزرا ہے... وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔  
(تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹/۱۵۹-۱۶۰)  
سیوطی نے عبداللہ بن جابر کی ایک روایت کو اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ (۱/۴۱۷)  
میں ذکر کیا ہے۔  
اس طرسوسی کی توثیق نامعلوم ہے۔ اس کا شاگرد ابو الحسن احمد بن جعفر بن حمدان  
الطرسوسی ہے جس کی توثیق کہیں نہیں ملی یعنی وہ بھی مجہول تھا۔  
خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔  
یہ دس مثالیں بطور نمونہ اور تعارف پیش کی گئی ہیں ورنہ سرفراز خان کی اس کتاب اور  
دیگر کتابوں میں موضوع، ضعیف اور مردود روایات کثرت سے ہیں۔  
ابن الندیم (محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق بن الندیم الوراق) نام کا ایک رافضی  
معتزلی تھا۔ دیکھئے لسان المیزان (۲/۵، دوسرا نسخہ ۵/۷۰۷)  
حافظ ابن حجر نے کہا: وہ غیر موثق ہے یعنی ثقہ نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۷۲)  
پھر انھوں نے ابن الندیم کے مفتری (جھوٹے) ہونے کا ثبوت پیش کیا۔  
دیکھئے لسان المیزان (ج ۵ ص ۷۳-۷۴)  
حافظ ذہبی نے کہا: ”الشیعی المعتزلی“ (تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۹۸)  
یا قوت الحموی نے کہا: ”وكان شیعياً معتزلياً“ وہ شیعہ معتزلی تھا۔  
(معجم الادباء ج ۱۸ ص ۱۷۷ ات ۶)  
صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی نے کہا: وہ شیعہ معتزلی تھا۔

(الوانی بالوفیات ج ۲ ص ۱۳۹ ت ۵۶۹)

اس شیعہ معتزلی رافضی کی توثیق کسی قابل اعتماد محدث سے ثابت نہیں ہے مگر سرفراز خان صفدر نے بار بار اس کے اقوال سے استدلال کیا۔ (دیکھئے مقام ابی حنیفہ ص ۸۲، ۱۰۸) اور کہا: ”مشہور قدیم اور ثقہ مؤرخ امام ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیم“۔

(الکلام المفید فی اثبات التقليد ص ۲۳۳)

سبحان اللہ! دیوبندیوں کو رافضی معتزلی امام اور پھر اس پر سہا گایہ کہ ثقہ بھی (!؟) مبارک ہو! اسی ایک حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ آل دیوبند کا اوڑھنا بچھونا کذب و افتراء اور تہمت برآبریا ہے۔

سرفراز خان صفدر نے اس کتاب اور دوسری کتابوں میں ضعیف اور غیر ثابت اقوال و روایات سے کثرت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سرفراز خان صفدر کی کتابوں میں علمی و تحقیقی اور فنی کمالات کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا گیا بلکہ جھوٹی روایات اور غیر ثابت اقوال پھیلانے کا بہت بڑا مظاہرہ کیا گیا ہے لہذا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے بچ کر رہیں اور اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ (۲/نومبر ۲۰۰۹ء)

### اہل سنت کا قول: اللہ عرش پر ہے

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے فرمایا:

اسلاف اور ائمہ سنت بلکہ صحابہ، اللہ، اس کے رسول اور مومنین کا قول ہے کہ اللہ آسمانوں پر ہے، اللہ عرش پر ہے، اس کا عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور وہ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ اس کی دلیل اُن کے پاس آیات، احادیث اور آثار ہیں۔ اور جہمیہ کا یہ قول ہے کہ ”اللہ ہر مکان میں ہے۔“ پاک ہے اللہ اُن کے اس قول سے، بلکہ ہم جہاں بھی ہوں وہ ہمارے ساتھ اپنے علم سے ہے۔

(کتاب العلو للعلی الغفار ج ۲ ص ۷۰ نسخہ محققہ)

حافظ زبیر علی زئی

## سلف صالحین اور بعض مسائل میں اختلاف

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسول الله الأمين ، أما بعد :  
بعض لوگ اپنے ٹھہیہ مقاصد کے لئے بعض اہل حدیث (اہل سنت) علماء کے  
درمیان چند مسائل میں اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پکندوں کی شکل میں اس انداز سے پیش  
کرتے ہیں، گویا کہ کفر و اسلام کا مسئلہ ہو، حالانکہ بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف ہو جانا  
حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اہل حق، طائفہ منصورہ اور  
جنتی جماعت ہے اور اسی طرح اُن کے تبعین باحسان تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین بھی  
اہل حق اور طائفہ منصورہ ہیں۔

اہل حق اور طائفہ منصورہ ہونے کے باوجود صحابہ اور تابعین کا کئی مسائل میں اختلاف  
تھا، جس کی تفصیل شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی کتاب:  
”حجة الله البالغة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(ج ۱ ص ۱۴۰-۱۴۳، باب اسباب اختلاف الصحابة والتابعين في الفروع)

امام ابویسیٰ الترمذی رحمہ اللہ نے نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا:  
”و قد اختلف أصحاب النبي ﷺ في الصلوة قبل المغرب : فلم ير بعضهم  
الصلوة قبل المغرب ، و قد روي عن غير واحد من أصحاب النبي ﷺ  
أنهم كانوا يصلون قبل صلوة المغرب ركعتين بين الأذان والإقامة .“  
مغرب سے پہلے نماز کے بارے میں نبی ﷺ کے صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا: پس اُن  
میں سے بعض مغرب سے پہلے نماز کے قائل نہیں تھے اور نبی ﷺ کے کئی صحابہ سے مروی  
ہے کہ وہ مغرب کی نماز سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(سنن الترمذی ج ۱۸۵، باب ماجاء فی الصلوٰۃ قبل المغرب)  
امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) نے فرمایا:  
”اختلف أصحاب رسول الله ﷺ و من بعدهم في الوضوء مما مست النار...“ إلخ رسول الله ﷺ کے صحابہ اور اُن کے بعد آنے والوں میں، جسے آگ چھو لے اس (کے کھانے) سے وضو کے بارے میں اختلاف ہے۔

(الاوسط فی السنن والایضاح والاختلاف ج ۱ ص ۲۱۳، الوضوء مما مست النار)

منی کے بارے میں ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:  
”وقد اختلف أصحاب النبي ﷺ في ذلك...“ نبی ﷺ کے صحابہ کا اس کے بارے میں اختلاف ہے... (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲ باب حکم المني هل هو طهر أم نجس؟)  
امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا:

”اختلف أصحاب النبي ﷺ في جراحات الرجال والنساء...“  
مردوں اور عورتوں کے زخموں کے بارے میں نبی ﷺ کے صحابہ نے اختلاف کیا...

(شرف اصحاب الحديث للخطيب: ۱۵۳، وسندہ صحیح، کتاب الضعفاء لابن زرعہ الرازی ج ۲ ص ۷۷)

ان چار گواہیوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا تھا لہذا اہل حق کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہو جانا قابل رد و مذمت نہیں بلکہ جائز ہے اور ہر ایک کو اپنی نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ  
یاد رہے کہ اختلاف تناقض و تعارض کی صورت میں حق صرف ایک طرف ہوتا ہے اور اہل حق کا دوسرا فریق اس مسئلے میں مجتہد خطی ہونے کی وجہ سے ماجر ہوتا ہے یعنی اُسے ایک اجر ملتا ہے۔ اب قطع نظر اس سے کہ رائج کیا ہے اور مرجوح کیا ہے؟ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے درمیان اختلاف میں سے بعض اختلافات کے بیس (۲۰) سے زائد حوالے پیش خدمت ہیں:

۱) جس شخص پر جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہو اور اسے پانی نہ ملے تو کیا کرے؟

اس کے بارے میں سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا یصلی حتی یجد الماء“ وہ نماز نہیں پڑھے گا حتیٰ کہ پانی پالے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۰ ح ۳۴۶)

جبکہ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں اُن کے مقابلے میں قرآن مجید کی آیت سے استدلال کیا تو ”فما دری عبد اللہ ما یقول“ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو معلوم نہ ہوا کہ کیا کہیں؟ (حوالہ مذکورہ ج ۱ ص ۳۴۶)

۲) اگر عورت حائضہ یا جنبیہ نہ ہو تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اُس کے جو ٹھے پانی سے (وضو کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۷ ح ۳۳۷ و سندہ صحیح)

جبکہ سیدنا حکم (بن عمرو) الغفاری رضی اللہ عنہ نے عورت کے استعمال سے باقی ماندہ پانی سے منع فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵۵ ح ۳۵۵ و سندہ صحیح)

۳) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا تدخل الحمام ....“

حمام میں داخل نہ ہو ... (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶۵ ح ۱۱۶۵ و سندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مجھے کے حمام میں داخل ہوئے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶۹ ح ۱۱۶۹ و سندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حمام بہترین گھر ہے، میل کچیل دُور کر دیتا ہے اور (جہنم کی) آگ یاد دلاتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۷۰ ح ۱۱۷۰ و سندہ صحیح)

۴) سمندر کے پانی کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”التیمم أحبّ إليّ من الوضوء من ماء البحر“ میرے نزدیک سمندر کے پانی سے وضو کرنے سے تیمم (کرنا) بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۹۳ ح ۱۳۹۳ و سندہ صحیح)

جبکہ سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ نے سمندر کے پانی سے وضو کے بارے میں فرمایا:

”هو الطهور ماؤه والحلال ميتته“ اس کا پانی پاک ہے اور مُردار (مچھلی) حلال ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۷۹ ح ۱۳۷۹ و سندہ صحیح)

۵) عمیر بن سعد (ثقة تابعی) سے روایت ہے کہ میں اُس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا جس میں

عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) موجود تھے، اُن سے نماز میں ذکر کے چھوٹنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: یہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے... الخ

(ابن ابی شیبہ ۲۰۲۲ ح ۱۷۵۴، نسخہ محمد عوامہ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی شرمگاہ (ذکر) کو (ہاتھ سے) چھوتے تو دوبارہ وضو کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عبدالسلام شاہین ۱۹۴۱ ح ۱۷۳۳، وسندہ صحیح) یعنی ایک صحابی مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں تھے اور دوسرے وضو ٹوٹنے کے قائل تھے۔

۶) چڑے کے موزوں پر مسح کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”لأن أحزهما بالسكاكين أحب إلي من أن أمسح عليهما.“ اگر میں انھیں چھریوں سے کاٹ ڈالوں تو یہ میرے لئے بہتر ہے اس سے کہ میں ان پر مسح کروں۔ (ابن ابی شیبہ ۱۸۵۱ ح ۱۹۴۴، وسندہ صحیح) معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا موزوں پر مسح کی قائل نہیں تھیں۔

دوسری طرف سیدنا سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”امسح عليهما“ ان (موزوں) پر مسح کرو۔ (ابن ابی شیبہ ۱۸۰۱ ح ۱۸۸۶، وسندہ صحیح) عاصم (ثقة تابعی) نے فرمایا: ”رأيت أنسا يمسح على الخفين والعمامة“ میں نے انس (رضی اللہ عنہ) کو موزوں اور پگڑی پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ (ابن ابی شیبہ ۲۲۲ ح ۲۲۳، وسندہ صحیح) ۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز جمعہ کی دواذائیں ہوتی تھیں: ایک خطبے کے وقت اذان اور دوسری: نماز کے وقت اقامت، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبے والی اذان سے پہلے ایک اذان کو جاری کر دیا۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۹۱۲، ۹۱۳)

اس اذان عثمانی کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الأذان الأول يوم الجمعة بدعة.“ جمعہ کے دن پہلی اذان بدعت ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۴۰۲ ح ۵۴۳۶) دوسری طرف یہ روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”كل بدعة ضلالة و“



إن رآها الناس حسناً“ ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے حسن (اچھی) سمجھتے ہوں۔ (السنن للرموزی: ۸۲۱ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ ہمارے نزدیک اذان عثمانی پر بدعت کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔

۸) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے (تمنع) سے منع کرتے تھے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے حج اور عمرے (تمنع) کی بلیک کہی اور فرمایا: ”ما كنت لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد.“ میں نبی ﷺ کی سنت کسی کے کہنے پر چھوڑ نہیں سکتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۱۵۶۳)

۹) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے (صبح کی نماز) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أسفروا بهذه الصلوة فإنه أفقه لكم.“ یہ نماز روشنی میں پڑھو کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ تفقہ والی (مناسب) ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۳۲۱۱ ح ۳۲۲۷ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھاتے تو آدمی اپنے بیٹے کو تین ہاتھ دور پہچان نہیں سکتا تھا۔ (ابن ابی شیبہ ۳۲۰۱ ح ۳۲۳۶ وسندہ صحیح)

یعنی آپ رضی اللہ عنہ سخت اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی رائج ہے۔

۱۰) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ ص میں سجدہ تلاوت نہیں کرتے تھے اور فرماتے: یہ نبی کی توبہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۰۶۲ ح ۲۲۶۹ وسندہ حسن)

جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۹۰۲ ح ۲۲۵۹ وسندہ صحیح)

۱۱) سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۳۵۳۲ ح ۳۵۰۷ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے والے کو مارتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۳۵۰۷ ح ۳۳۵۷ وسندہ صحیح)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، بلکہ بعض صحابہ کرام سے ایک ہی مسئلے میں دو طرح

کے فتوے بھی ثابت ہیں۔ مثلاً:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۱۱ ح ۴۱۴۳ وسندہ صحیح)

جبکہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) نے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۱۲ ح ۴۱۵۷ وسندہ صحیح، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸)

جو شخص (اپنی بیوی سے) جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ غسل نہیں کرے گا۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۹۰۲ ح ۹۶۲ وسندہ صحیح)

جبکہ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب شرمگاہ سے شرمگاہ مل جائے تو غسل واجب (فرض) ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۸/۸۶۱ ح ۹۳۳ وسندہ حسن، التاریخ الکبیر للبخاری ۳/۲۱۴ وسندہ حسن) اب تابعین کے بعض آثار اختلاف پیش خدمت ہیں:

۱۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۰۰ ح ۱۰۰ وسندہ صحیح)

جبکہ ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے وضو کیا اور اپنی داڑھی کا خلال نہیں کیا۔

(ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۲۶ ح ۱۲۶ وسندہ صحیح)

۱۳) مشہور ثقہ تابعی عکرمہ رحمہ اللہ (وضو میں) اپنے پاؤں پر مسح کرتے تھے اور اسی کے قائل تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۸/۱۷۸ ح ۱۷۸ وسندہ صحیح)

جبکہ ابو مجلز لاحق بن حمید رحمہ اللہ اپنے پاؤں دھوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۰/۱۹۷ ح ۱۹۷ وسندہ صحیح)

۱۴) حکیم بن جابر (بن طارق بن عوف الاحمسی الکوفی) رحمہ اللہ اپنی پگڑی پر مسح کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۲/۲۲۷ ح ۲۲۷ وسندہ حسن)

جبکہ عروہ (بن الزبیر) رحمہ اللہ پگڑی اتار کر سر پر پانی سے مسح کرتے تھے۔

- (ابن ابی شیبہ ۲۳۱ ح ۲۳۶ وسندہ صحیح، موطا امام مالک ۱ ح ۳۵۱ وسندہ صحیح)
- قاسم بن محمد بن ابی بکر پگڑی پر مسح نہیں کرتے تھے۔ الخ (ابن ابی شیبہ ۲۳۸ ح ۲۴۱ وسندہ صحیح)
- ۱۵ ابن عون (ثقة) سے روایت ہے کہ میں نے محمد (بن سیرین رحمہ اللہ) کو دیکھا، وہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
- (ابن ابی شیبہ ۱۲۳ ح ۱۳۱۷، وسندہ صحیح)
- جبکہ ابن بربیدہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (من الجفاء) بد اخلاقی میں سے ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۲۴ ح ۱۳۲۷، وسندہ صحیح)
- ۱۶ ابن شہاب الزہری (ثقة تابعی) وضو کے بعد تویلی سے اپنا چہرہ پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۹۰، وسندہ صحیح)
- اسود بن یزید رحمہ اللہ (بھی) تویلی سے پونچھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۴۹ ح ۱۵۸۸، وسندہ صحیح)
- جبکہ ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ وضو کے بعد تویلی کو مکروہ سمجھتے تھے۔
- (ابن ابی شیبہ ۱۵۰ ح ۱۵۹۵، وسندہ صحیح)
- اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے اور فرماتے: تم نے تویلی ایجاد کر لئے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۱۵۰ ح ۱۵۹۶، وسندہ صحیح)
- ۱۷ ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تیمم دو ضربیں ہے: ایک چہرے کے لئے اور دوسری ذرا عین (ہاتھ کی انگلیوں سے کہنیوں تک) کے لئے۔
- (ابن ابی شیبہ ۱۵۹ ح ۱۶۸۳، وسندہ صحیح)
- جبکہ مکحول (تابعی رحمہ اللہ) نے تیمم کیا تو اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا (مٹی سے) مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱۵۹ ح ۱۶۷۹، وسندہ صحیح)
- یعنی انھوں نے کہنیوں تک تیمم نہیں کیا۔
- ۱۸ ابراہیم نخعی نے کہا کہ بغیر وضو کے اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الخ
- (ابن ابی شیبہ ۲۱۱ ح ۲۱۸۸، وسندہ صحیح)

جبکہ عطاء بن ابی رباح بغیر وضو کے اذان کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۱۹۶ وسندہ حسن)

۱۹) عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ اذان میں باتیں کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۲۰۳ وسندہ صحیح)

جبکہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ اذان میں باتیں کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۲۰۵ وسندہ صحیح)

۲۰) عثمان بن ابی ہند العنسی الکوفی (ثقة) نے کہا: میں نے ابو عبیدہ (بن عبد اللہ بن مسعود رحمہ اللہ) کو دیکھا، انھوں نے جب رکوع کیا تو تطبیق کی یعنی اپنی رانوں کے درمیان اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۲۷۷ وسندہ صحیح)

جبکہ ابراہیم نخعی اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۲۸۶ وسندہ صحیح)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے رکوع میں اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۲۸۷ وسندہ حسن)

اور یہی رائج اور آخری عمل والی احادیث سے ثابت ہے۔

۲۱) مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی کی نماز کو عورت، گدھا اور کتا (اگر آگے سے گزر جائے تو) توڑ دیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۹۰۱ وسندہ صحیح)

جبکہ عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: کفر کے سوا نماز کو کوئی چیز بھی نہیں توڑتی۔

(ابن ابی شیبہ ۲۱۲/۱ ح ۲۸۹۱ وسندہ صحیح)

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، جن سے صاف ثابت ہے کہ اہل حق میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے اور اختلاف ہو سکتا ہے لہذا اہل بدعت کا اہل حق (اہل حدیث) کے بعض اختلافات پیش کر کے پروپیگنڈا کرنا باطل اور مردود ہے۔

امام ابو حنیفہ اور حنفی علماء کے درمیان بھی کئی مسائل پر بڑا اختلاف ہے، استاد اور دونوں شاگردوں (قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی) کے درمیان سخت

- اختلاف تھا، جس کی دس مثالیں حنفیہ کی معتبر کتب فقہ سے پیش خدمت ہیں:
- (۱) ابوحنیفہ نے کہا: امام کی تکبیر کے ساتھ مقتدی ملاتے ہوئے تکبیر کہے جبکہ قاضی ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: اس (امام) کے بعد تکبیر کہے۔
- (مختلف الروایہ لابی الیث السمرقندی ج ۱ ص ۷۱ حوالہ: ۱)
- (۲) ابوحنیفہ نے کہا: جب امام رکوع سے سر اٹھائے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور ربنا لک الحمد نہ کہے۔ جبکہ ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: وہ دونوں (کلمات) اکٹھے کہے۔
- (مختلف الروایہ ج ۲ ص ۷۲ حوالہ: ۲، دیکھئے الجامع الصغیر لابن فرقد ص ۸۷-۸۸)
- (۳) ابوحنیفہ نے کہا: اگر نمازی بغیر عذر کے پیشانی کے بغیر (صرف) ناک زمین پر رکھے تو جائز ہے اور اُس نے غلط کام کیا۔ جبکہ ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: جائز نہیں ہے۔
- (مختلف الروایہ ج ۲ ص ۸۷ حوالہ: ۳، دیکھئے ہدایہ اولین ص ۱۰۸)
- (۴) ابوحنیفہ نے کہا: اگر قرآن فارسی میں پڑھے، خطبہ جمعہ فارسی میں دے اور نماز میں تشہد فارسی میں پڑھے تو جائز ہے۔ ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: اگر عربی اچھی طرح آتی ہے تو جائز نہیں ہے۔ الخ (مختلف الروایہ ج ۲ ص ۸۱-۸۲ حوالہ: ۴، دیکھئے الجامع الصغیر ص ۹۲، ہدایہ اولین ص ۱۰۸)
- یاد رہے کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح رجوع ثابت نہیں ہے۔
- (۵) ابوحنیفہ نے کہا: جرابیں اگر چھوٹی ہوں اور غیر منعل ہوں تو اُن پر مسح جائز نہیں ہے۔ ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: اگر موٹی ہوں تو اُن پر مسح جائز ہے۔ (مختلف الروایہ ج ۲ ص ۹۰ حوالہ: ۵)
- ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ (امام) ابوحنیفہ نے آخر میں اپنی اس بات اور فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (اولین ج ۱ ص ۶۱، وعینہ اندرجع إلی قولہما علیہ الفتویٰ)
- (۶) ابوحنیفہ نے کہا: اگر وضو کر کے عید کی نماز شروع کرے پھر وضو ٹوٹ جائے تو تیمم کر کے نماز پر بنا کرے یعنی سابقہ نماز کے ساتھ ملا کر نماز پڑھے۔ ابویوسف اور ابن فرقد نے کہا: نماز عید میں تیمم کے ساتھ بنا کر ناجائز نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ج ۲ ص ۹۶-۹۷ حوالہ: ۱۱)
- (۷) ابوحنیفہ نے کہا: شہر میں مقیم حنفی کو اگر گرم پانی نہ ملے اور اسے اپنے آپ پر ہلاک

ہونے کا ڈر ہو تو اُس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: جائز نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ۹۸/۱ حوالہ: ۱۲)

۸) ابو حنیفہ نے کہا کہ عصر کا وقت دو مثل پر داخل ہوتا ہے جبکہ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا کہ ایک مثل پر داخل ہوتا ہے۔ (مختلف الروایہ ۱۰۰/۱ حوالہ: ۱۳، دیکھئے ہدایہ اولین ص ۸۱)

۹) ابو حنیفہ نے کہا: اذان خطبہ اور اقامت کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: مکروہ نہیں ہے۔ (مختلف الروایہ ۱۰۳/۱ حوالہ: ۱۶)

۱۰) ابو حنیفہ نے کہا: اگر امام اور اکیلا (نمازی) مصحف سے (یعنی قرآن دیکھ کر) قراءت کرے تو اُس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ابو یوسف اور ابن فرقد نے کہا: فاسد نہیں ہوتی۔

(مختلف الروایہ ۱۱۷/۱ حوالہ: ۲۳، دیکھئے الجامع الصغیر ص ۹۷)

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے:

- ۱: ابواللیث السمرقندی کی کتاب: مختلف الروایہ (ترتیب العلماء السمرقندی) ۲۲ جلدیں
- ۲: مختصر اختلاف العلماء تصنیف الطحاوی (اختصار الجصاص) ..... ۵ جلدیں
- ۳: الافصاح عن معانی الصحاح لابن ہبیرہ ..... ۲ جلدیں
- ۴: اختلاف الفقہاء للمروزی ..... ۱ جلد
- ۵: مولانا عصمت اللہ ثاقب ملتانی کی کتاب: الاختلاف بین ائمتہ الاحناف .. ۱ جلد
- ۶: مولانا ارشاد الحق اثری کی کتاب: اسباب اختلاف الفقہاء ..... ۱ جلد
- ۷: ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالحسن الترمذی کی کتاب: اسباب اختلاف الفقہاء .... ۱ جلد

حنفیہ اور شافعیہ کا بھی آپس میں بڑا اختلاف ہے مثلاً:

- ۱: شافعیہ نماز میں رفع یدین قبل الركوع وبعده کے قائل وفاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔
- ۲: شافعیہ فاتحہ خلف الامام کے قائل وفاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔
- ۳: شافعیہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل وفاعل ہیں جبکہ حنفیہ مخالف ہیں۔
- ۴: شافعیہ جہری نمازوں میں آمین بالجہر کے قائل وفاعل ہیں جبکہ حنفیہ کو اس سے چڑ ہے۔

- ۵: شافعیہ کے نزدیک و ترسنت ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک و تر واجب ہے۔  
اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔  
دیوبندیہ اور بریلویہ دونوں فرقوں میں باہم بہت زیادہ اختلافات ہیں بلکہ بعض تو ایک دوسرے پر کفر، شرک اور بدعت کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔  
دیوبندیہ کے حیاتی اور مماتی فرقوں میں بھی کئی اختلافات ہیں، حتیٰ کہ بعض تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے قائل و فاعل ہیں۔  
دیوبندیوں کے باہمی اختلافات اور تناقضات کی داستان بڑی طویل ہے۔  
مثلاً دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۶۲ ص ۳۲ تا ۳۵، دیوبندی بنام دیوبندی)  
محولہ مقام پر تیس سے زیادہ دیوبندی اختلافات کے حوالے پیش کر کے آل دیوبند کو اُن کا باطنی چہرہ دکھایا گیا ہے کہ ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیں۔  
یہی حال آل بریلی (فرقہ بریلویہ) کا ہے۔ مثلاً:  
۱: ایمان ابوطالب کے بعض قائل نہیں ہیں اور بعض ایمان ابی طالب کے قائل ہیں۔  
۲: بعض طاہر القادری کو اچھا سمجھتے ہیں اور بعض اس کے مخالف ہیں بلکہ اُسے ”خطرے کی گھنٹی“ سمجھتے ہیں۔  
۳: سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعض بریلویہ سخت مخالف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ (دیکھئے مقابیل الجالس ص ۷۹۶)  
۴: بعض سبز پگڑی باندھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ”اب ایک گمراہ فرقہ یعنی دیندار جماعت نے بھی سبز عمامہ باندھنا شروع کر دیا ہے اور اس کو اپنی علامت بنا لیا ہے“  
(دیکھئے شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی ج ۶ ص ۳۸۲)  
کیا ان لوگوں نے اپنی چار پایوں کے نیچے بھی کبھی لاٹھیاں پھیری ہیں یا بس اہل سنت (اہل حدیث) کے بعض اختلافات کو ہی اچھا لے کر صرف یہی؟!  
رے اور اصہبان کے شہروں میں حنفیوں اور شافعیوں کی باہمی لڑائیاں اور قتل عام کس



کھاتے میں جائے گا؟

تفصیل کے لئے دیکھئے یا قوت الحموی کی کتاب: معجم البلدان (ج ۳ ص ۱۱۷، ج ۴ ص ۲۰۹)  
اس مضمون کے آخر میں اہل حدیث (اہل سنت) بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے  
کہ علمائے حق کے بعض اجتہادی مسائل میں بعض اختلافات پر تنگ دل نہ ہوں اور نہ ایک  
دوسرے کے خلاف فتوے لگانا شروع کر دیں بلکہ صبر کریں اور اسی طرح برداشت اور  
رواداری کا مظاہرہ کریں جیسا کہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین نے اپنے باہمی اختلافات  
پر کیا تھا۔ درگزر کریں، رائج کو ترجیح دیں اور وسعت نظری سے کام لیں۔ علمائے کرام کا  
احترام کریں اور ادب کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اہل حدیث کے تمام مخالفین علمی  
میدان میں ہمیشہ شکست خوردہ اور مغلوب رہیں گے۔ ان شاء اللہ

سلف صالحین کے درمیان اجتہادی مسائل میں اختلافات کی اصل وجہ یہ تھی کہ بعض  
مسائل میں نص صریح واضح نہ ہونے کی وجہ سے انھیں اجتہاد کرنا پڑا لہذا یہ اختلاف رونما  
ہوا۔ بعض تک صحیح حدیث نہ پہنچی تو انھوں نے اجتہاد سے کام لیا لیکن جب اُن تک صحیح  
حدیث پہنچ گئی تو انھوں نے آلِ تقلید کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیا بلکہ فوراً  
رجوع کر لیا۔ مثلاً: سیدنا ابو موسیٰ الاشعری (رضی اللہ عنہ) سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت کے بارے  
میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: بیٹی کے لئے آدھا ہے اور بہن کے لئے آدھا ہے، ابن  
مسعود کے پاس جا کر پوچھ لو، وہ میری تائید کریں گے۔ پھر ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا  
اور انھیں ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا قول بتایا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہ  
فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا: بیٹی کے لئے آدھا ہے، پوتی کے لئے چھٹا حصہ ہے اور  
اس طرح دو تہائی پوری ہوگئی، جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔ پھر ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب  
تک یہ عالم تمھارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو۔ (صحیح بخاری: ۶۷۳۶ ملخصاً)  
معلوم ہوا کہ سیدنا ابو موسیٰ الاشعری (رضی اللہ عنہ) نے حدیث معلوم ہونے کے بعد فوراً اپنے فتوے  
سے رجوع کر لیا تھا اور یہی اہل ایمان کی عظیم نشانی ہے۔ والحمد للہ (۱۳/ فروری ۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

## ختم نبوت کی احادیث صحیحہ پر قادیانیوں کے حملے

اور اُن کا جواب

(قسط نمبر ۱)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد رسول الله ﷺ  
آخر النبيين و رضي الله عن أصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم  
الدين . أما بعد :

دنیاوی امور میں جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن قرآن و حدیث پر  
جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا جرم عظیم اور کفر ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ  
أُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ جھوٹ تو صرف وہ لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں  
لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (النحل: ۱۰۵)

ابوالعطاء اللہ دتتا جالندھری قادیانی کی کتاب: ”القول المبين في تفسير خاتم النبيين“  
سے بیس (۲۰) خیانتیں باحوالہ اور ردپیش خدمت ہیں، یہ وہ خیانتیں ہیں جن کا جالندھری  
نے نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کے بارے میں ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی  
کوشش کی تھی:

۱) سنن الترمذی (۲۲۷۲) اور مسند احمد (۳/۲۶۷ ح ۱۳۸۲۴) وغیرہ میں سیدنا انس  
بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ  
انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ .)) بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم)  
ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔ الخ  
اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”هذا حديث صحيح“

غريب من هذا الوجه من حديث المختار بن فلفل

(قلمی نسخہ مصورہ ص ۱۲۹/ب، تحفۃ الاحوذی ۳/۲۲۸)

حاکم اور ذہبی دونوں نے اس حدیث کو (امام) مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا۔

(دیکھئے المستدرک ۳۹۱/۲ ح ۸۱۷۸ و تلخیصہ)

ہمارے علم کے مطابق زمانہ تدوین حدیث کے محدثین کرام میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا مگر اللہ تبارک و تعالیٰ جانے دے کہ اس پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جواب نمبر ۱:۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد بن عزی (۲) عفان بن مسلم (۳) عبد الواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلہ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے۔ حسن بن محمد بن عزی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

”ضعفه ابن قانع وقال الدارقطني تكلموا فيه“

(میزان الاعتدال زیر نام الحسن بن محمد بن عزی جلد ۲ ص ۴۳ دار الفکر العربی)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد بن عزی ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔“ (القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین ص ۵۶)

جواب الجواب: سنن الترمذی کی روایت میں حسن بن محمد بن عزی نہیں بلکہ الحسن بن محمد

الزعفرانی ہیں۔ (دیکھئے سنن الترمذی کے عام نسخے اور تحفۃ الاحوذی ۳/۲۲۸)

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی امام عفان بن مسلم کے شاگرد اور امام ترمذی کے استاذ تھے۔ دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (۱۶۴/۲)

انھیں نسائی، ابن حبان، ابوالحسین ابن المنادی، ابن ابی حاتم الرازی اور ابن عبد البر وغیرہم نے ثقہ قرار دیا اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”ثقة“ (تقریب التہذیب: ۱۲۸)

حافظ ذہبی نے اُن کی بہت تعریف کی اور فرمایا: ”وكان مقدماً في الفقه والحديث. ثقة جليلاً...“ وہ فقہ و حدیث میں مقدم (اور) جلیل القدر ثقہ تھے...

(سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۶۲-۲۶۳)

ایسے ثقہ جلیل القدر امام کو قادیانی کا دوسرے راوی حسن بن محمد بن عمر سے بدل کر ابن عمر پر جرح نقل کر دینا اُس کی بہت بڑی خیانت کی دلیل ہے۔

۲) امام ترمذی کے استاذ حسن بن محمد الزعفرانی رحمہ اللہ پر قادیانی کی جرح کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے علاوہ کسی اور راوی نے اس حدیث کو بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث امام احمد بن حنبل اور الحسین بن الفضل دونوں نے عفان بن مسلم سے بیان کی ہے۔

دیکھئے مسند احمد (۳/۲۶۷، دوسرا نسخہ ۲۱/۳۲۶ ج ۱۳۸۲۲) اور اتحاف المہرہ لابن حجر (۲/۳۲۹ ج ۱۸۰۹، بحوالہ المستدرک للحاکم)

لہذا یہ جالندھری کی دوسری خیانت ہے۔

۳) جالندھری قادیانی نے اسی حدیث پر جرح کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:  
”اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم کے متعلق ابوخیثمہ کہتے ہیں ”انکرنا عفان“  
(میزان الاعتدال زیر نام عفان بن مسلم ج ۴ ص ۱۲۱ دار الفکر العربی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔“ (القول المبین ص ۵۶)

امام عفان کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مذکورہ مقام پر لکھا ہے:  
”و قد قال أبو خيثمة: أنكرنا عفان قبل موته بأيام. قلت: هذا التغير هو من تغير مرض الموت وما ضره لأنه ما حدث فيه بخطأ.“  
ابوخیثمہ نے کہا: ہم نے عفان کی موت سے کچھ دن پہلے اُن پر انکار کیا۔ (یعنی اُن کی حالت کو بدلا ہوا پایا۔) میں (ذہبی) نے کہا: یہ تغیر (تبدیلی) مرض موت کا تغیر ہے، جس نے انھیں نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ اس حالت میں انھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۲، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۱۰۲)

حافظ ذہبی نے تو امام عفان کا دفاع کیا کہ مرض الموت کی حالت تغیر میں انھوں نے کوئی غلط روایت بیان نہیں کی جبکہ قادیانی نے خیانت کرتے ہوئے میزان کے حوالے کو جرح میں

بدل دیا اور کتر بیونت کرتے ہوئے آدھا حوالہ لکھ کر باقی سے آنکھیں بند کر لیں۔  
امام عفان بن مسلم بن عبد اللہ الصفار رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم  
میں موجود ہیں اور انھیں ابو حاتم الرازی، ابن سعد، ابن حبان اور یعقوب بن شیبہ وغیرہم  
نے ثقہ قرار دیا۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۱۸۹/۵-۱۹۰، مع الحواشی)

امام حسن بن محمد الزعفرانی نے امام احمد بن حنبل سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا:  
اس حدیث میں کس نے عفان کی متابعت کی ہے؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:  
کیا عفان کو کسی متابعت کی ضرورت ہے؟ (تاریخ بغداد ۴/۱۲۷ تا ۱۵۷۱۵ و سندہ صحیح)  
(۴) جالندھری قادیانی نے لکھا ہے:

”تیسرے راوی عبد الواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے ”قال یحییٰ لیس بشی ء“  
(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۷۲ زیر نام عبد الواحد بن زیاد دار الفکر العربی) کہ بخئی کہتے ہیں  
کہ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔“ (القول لمبین ص ۵۶)  
عرض ہے کہ اسی مذکورہ مقام پر حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ”و روی عثمان أیضاً  
عن یحییٰ: ثقة“ اور عثمان (بن سعید الدارمی) نے یحییٰ (بن معین) سے یہ بھی روایت کیا  
کہ (عبد الواحد بن زیاد) ثقہ ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۷۲، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۲۲۴)  
اس توثیق کو قادیانی نے چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور ان لوگوں کی یاد تازہ کر  
دی ہے جنھیں بند راوی بنادیا گیا تھا۔

جب ایک ہی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث سے جرح اور تعدیل ثابت ہو تو  
اس کے تین حل ہیں:

اول: جرح اور تعدیل باہم ٹکرا کر دونوں ساقط ہیں لہذا دوسرے محدثین کی طرف رجوع  
کیا جائے گا۔

دوم: جرح اور تعدیل میں سے جو بھی جمہور محدثین کی تحقیق اور گواہیوں کے موافق ہوگی  
اُسے قبول کیا جائے گا۔

سوم: خاص اور عام کی تفصیل تلاش کر کے تطبیق دی جائے گی۔  
عبدالواحد بن زیاد البصری رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کے راوی تھے اور  
انھیں ابن سعد، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی اور ابن حبان وغیرہم جمہور محدثین نے ثقہ  
قرار دیا ہے لہذا ان پر یہاں جرح باطل اور مردود ہے۔

۵) جالندھری قادیانی کی جرح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث کو عبدالواحد بن زیاد کے  
علاوہ کسی دوسرے راوی نے مختار بن فلفل سے بیان نہیں کیا تھا، حالانکہ یہی حدیث اس  
مفہوم اور الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ نے بھی مختار  
بن فلفل سے بیان کی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۵۳/۱۱ ح ۳۰۴۲۸، دوسرا نسخہ  
۳۲۲/۱۰ ح ۳۰۹۷۵، عوامہ والا نسخہ ۲۸/۱۶ ح ۲۹-۳۱۰۹۷) مسند ابی یعلیٰ (۳۸/۷ ح  
۳۹۴۷) الامالی لابن بشران (۲۲۳ یا ۲۲۳)

صحیحین کے بنیادی راوی امام عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمن الاودی الکوفی  
کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”ثقة فقيه عابد“ (تقریب التہذیب: ۳۲۰۷)  
معلوم ہوا کہ عبدالواحد بن زیاد پر اس روایت میں اعتراض کرنا سرے سے باطل اور  
خیانت ہے۔

۶) مختار بن فلفل القرشی المخزومی رحمہ اللہ (ثقة تابعی) کے بارے میں جالندھری نے لکھا  
ہے:

”اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے ”یخطیء کثیراً تکلم فیہ  
سلیمان فعدہ“ وفی روایات المناکیر عن انس“ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۲  
زیر نام مختار بن فلفل طبعہ عبدالنواب الکیڈمی ملتان) کہ یہ راوی روایات میں اکثر غلطی کرتا  
تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انسؓ سے ناقابل قبول روایات بیان کرنے  
والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے  
لہذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔“ (القول المبین ص ۵۶-۵۷)

**الجواب:** مختار بن فلفل رحمہ اللہ کو جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابو خالد الدقاق یزید بن الہیثم بن طہمان البادی نے کہا: ”سمعت یحییٰ و ذکر له حدیث المختار بن فلفل الذي يروى عن أنس بن مالك في النبذ فقال: مختار ثقة.“ میں نے یحییٰ (بن معین) سے سنا، اور اُن کے سامنے مختار بن فلفل کی حدیث کا ذکر کیا گیا، جو وہ انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے نبذ کے بارے میں روایت کرتے تھے، تو انھوں نے فرمایا: مختار ثقہ ہیں۔ (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال، رولیتہ الدقاق: ۲۹) اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: مختار بن فلفل ثقہ ہیں۔

(کتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم ۳۱۰/۸ وسندہ صحیح)

۲: امام احمد بن حنبل نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا: ”لا أعلم به بأساً، لا أعلم إلا خيراً...“ میرے علم کے مطابق اُس (کی روایت) میں کوئی حرج نہیں ہے، میں اُس کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہوں...

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۵۰۲ فقرہ: ۳۳۲۱)

۳: امام عبد اللہ بن ادريس الکوفی نے فرمایا: ”سمعت مختار بن فلفل و كان من خيار المسلمين يحدثنا و عيناہ تهملان.“ میں نے مختار بن فلفل سے سنا، اور وہ بہترین مسلمانوں میں سے تھے، وہ ہمیں حدیث سناتے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۳ ص ۵۰۲ فقرہ: ۶۱۵۸ وسندہ حسن)

۴: امام ابوالحسن العجلی نے فرمایا: ”کوفي تابعي ثقة“

(معرفۃ الثقات/التاریخ ج ۲ ص ۲۶۷ ت ۱۶۹۳)

۵: امام یعقوب بن سفیان القاری نے مختار بن فلفل کے بارے میں فرمایا:

”وهو ثقة كوفي“ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۱۵۱)

۶: محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلی نے فرمایا: ”المختار بن فلفل ثقة، روى عنه

الخلق“ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۱۳۶، وسندہ صحیح)

۷: حافظ ابو حفص عمر بن شایبہ نے کہا: ”والمختار بن فلفل الذي يروي عن أنس بن مالك ثقة“ اور مختار بن فلفل جو انس بن مالک سے روایت کرتے تھے، ثقہ ہیں۔ (تاریخ أسماء الثقات: ۱۳۹۵)

۸: مختار بن فلفل کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ”هذا حديث حسن صحيح“

(ج ۳۵۲، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة: لم يكن)

۹: ابو محمد حسین بن مسعود البغوی نے مختار کی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کہا:

”هذا حديث صحيح“ (شرح السنہ ۵۰۳ ج ۵۷۹)

نیز دیکھئے الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی (۶۵)

۱۰: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مختار کی روایت کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

”هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه“ (المستدرک ج ۳ ص ۷۷۳ ج ۴۳۶۰)

۱۱: حافظ ذہبی نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کو ”صحیح“ کہا۔

(تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۷۷۳ ج ۴۳۶۰)

اور فرمایا: ”ثقة“ (الکاشف ج ۳ ص ۱۱۲۸ ج ۵۳۲۸)

۱۲: امام ابن خزیمہ نے مختار بن انس کی روایات کو صحیح ابن خزیمہ میں بیان کر کے کوئی جرح نہیں کی لہذا ابن خزیمہ کے نزدیک انس رضی اللہ عنہ سے مختار بن فلفل کی روایات صحیح ہیں۔

دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۶۰۲، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ...)

۱۳: ابو عوانہ الاسفرائینی نے مختار بن فلفل سے صحیح ابی عوانہ میں روایات بیان کیں۔ مثلاً

دیکھئے ج ۸۲ ص ۱۷۸ (ج ۱۷۸ ص ۱۰۹) (ج ۲۴۲ ص ۱۵۸) (ج ۳۱۲) ...

۱۴: حافظ ضیاء المقدسی نے اپنی مشہور کتاب المختارہ میں مختار بن فلفل کی روایات درج کیں اور کوئی جرح نہیں کی، جو ان کی طرف سے مختار کی توثیق ہے۔



- دیکھئے الاحادیث المختارہ (ج ۷ ص ۲۰۴-۲۰۶ ح ۲۶۴۱-۲۶۴۵)
- ۱۵: امام مسلم نے مختار بن فلفل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بہت سی روایتوں کو صحیح مسلم میں درج کیا یعنی انھیں صحیح قرار دیا۔
- دیکھئے صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۳۶ [ترقیم دار السلام: ۳۵۱] ۱۹۶ [۲۸۳] ۴۰۰ [۸۹۴] ...)
- ۱۶: حافظ ابن الملقن نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ”هذا الحديث صحيح ..“ (البدرا لمیر ج ۳ ص ۲۹۲)
- ۱۷: قاری ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی عرف ابن الجزری نے اپنی سند سے المختار بن فلفل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت بیان کر کے فرمایا: ”هذا حديث صحيح ...“
- (النشر فی القراءات العشر ج ۱ ص ۱۹۶، طبع دار الکتب العربی، بیروت لبنان)
- ۱۸: احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے مختار عن انس والی روایت کے بارے میں کہا: ”هذا إسناد صحيح“ (اتحاف الخیرۃ الہر ج ۵ ص ۴۳۸ ح ۵۱۱۹)
- ۱۹: حافظ ابن حبان نے مختار عن انس والی روایات کو اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں درج کر کے زبان عمل سے مختار کو ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا۔
- دیکھئے الاحسان (۶۲۱۰ [دوسرے نسخہ: ۶۲۳۳] ۶۲۴۷ [۶۲۸۱])
- معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان کی جرح منسوخ یا ساقط ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔
- ان شاء اللہ
- ۲۰: مختار بن فلفل نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”أخرج ابن أبي شيبة بسند صحيح“
- اسے ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔
- (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۸ تحت ۵۵۸۸-۵۵۸۹ باب ما جاء في أن الخمر ما مرام العقل من الشراب)
- اس عظیم الشان توثیق کے مقابلے میں بعض کی جرح کا جائزہ درج ذیل ہے:
- ☆ حافظ ابن حبان کا ”يخطئ كثيرا“ کہنا خود ان کی توثیق اور تصحیح سے معارض ہونے

کی وجہ سے ساقط یا منسوخ ہے۔

☆ حافظ ابن حجر کا ”صدوق لہ أوہام“ کہنا شدید جرح نہیں بلکہ ایسا راوی اُن کے نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُن کی جرح خود اُن کی تصحیح سے معارض ہو کر ساقط ہے۔

فائدہ: جب ایک عالم کے دو متضاد اقوال ہوں اور اُن میں تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۵۵۲ ترجمہ: عبد الرحمن بن ثابت بن الصامت)

☆ ابوالفضل السیلمانی کی جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جمہور کی توثیق و تصحیح اور توثیق خاص کے خلاف ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر سے سیلمانی تک صحیح متصل سندنا معلوم ہے۔

خلاصہ یہ کہ مختار بن فلفل ثقہ و صدوق تھے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیان کردہ حدیث صحیح ہوتی ہے لہذا اُن پر قادیانیوں کی جرح مردود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف ایک حدیث پر جرح کرنے میں اللہ تاجا لندھری قادیانی نے چھ (۶) خیانتیں کی ہیں۔

۷) امام بخاری اور امام مسلم نے عبد اللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له و يقولون: هلا و ضعت هذه اللبنة؟)) قال: ((فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين.)) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو حسین و جمیل گھر بنائے، سوائے ایک طرف کی ایک اینٹ کے، پھر لوگ اس کے ارد گرد پھریں اور تعجب کرتے ہوئے کہیں: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ نے فرمایا: پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۱)

اسی صحیح حدیث پر جرح کرتے ہوئے اللہ تاجا لندھری نے لکھا ہے:  
”اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبد اللہ بن دینار، مولیٰ عمر، اور ابوصالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبد اللہ بن دینار کی روایت کو عقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۷۷، طبع عبد التواب اکیڈمی ملتان) اور ابوصالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۴۵ طبع عبد التواب اکیڈمی ملتان و میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۶۵ مطبع حیدر آباد)“ (القول لمبین ص ۵۳-۵۴)  
عبد اللہ بن دینار مذکور کو امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابوزرعہ الرازی، ابو حاتم الرازی، محمد بن سعد اور عجل وغیرہم نے ثقہ کہا۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۷۷، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۰۲)

ان جمہور محدثین کے مقابلے میں محدث عقیلی کی جرح مردود ہے۔  
حافظ ذہبی نے عبد اللہ بن دینار کے بارے میں فرمایا: ”أحد الأئمة الأثبات“  
وہ ثقہ اماموں میں سے ایک تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۷)  
حافظ ذہبی نے ”صح“ کے ساتھ اپنے نزدیک اُن کی توثیق کو رائج اور جرح کو مردود قرار دے کر فرمایا: ”فلا يلتفت إلى فعل العقيلي فإن عبد الله حجة بالإجماع...“  
پس عقیلی کی حرکت کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ عبد اللہ بالاجماع (روایت حدیث میں) حجت ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۷ ت ۴۲۹)  
۸) ابوصالح کے بارے میں قادیانی نے عجیب حرکت کی۔ سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہما کے ایک ضعیف راوی ابوصالح الخوزی پر جرح نقل کر دی، حالانکہ ہماری بیان کردہ حدیث میں الخوزی راوی نہیں بلکہ ابوصالح السمان ہیں۔  
دیکھئے صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام: ۵۹۶۱) اور مسند الامام احمد (ج ۲ ص ۳۹۸ ح ۹۱۶۷)  
ابوصالح السمان ذکوان الزیات ثقہ ثبت تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۸۴۱)

ثقہ راوی کو ضعیف سے بدل دینا بہت بڑی خیانت ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ابوصالح کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کی ہے۔ مثلاً:

- (۱) ہمام بن منبہ (الصحيحة: الصحيح لهما بن منبہ: ۲، صحيح مسلم، دار السلام: ۵۹۶۰)
- (۲) عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج (صحیح مسلم: ۲۲۸۶، مسند الحمیدی تحقیقی: ۱۰۴۳، مسند احمد: ۲۴۴۲)
- (۳) موسیٰ بن یسار (مسند احمد: ۲۵۶۲، سندہ صحیح)

یاد رہے کہ یہی حدیث اس مفہوم کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی بیان کی ہے:

- (۱) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ
- (۲) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

اس حدیث میں ذکر کردہ مثال کا یہ مطلب ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لہذا اس حدیث میں آپ کی ہتک نہیں بلکہ عزت اور شان ہے۔

- (۹) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَأَنَا الْعَاقِبُ)) اور میں عاقب (سب کے اخیر میں آنے والا) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۲، ۴۸۹۶، صحیح مسلم: ۲۳۵۴)

اس حدیث کے راوی امام معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے (امام) زہری سے پوچھا: العاقب کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ”الذي ليس بعده نبي“ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ترمذی: ۶۱۰۷، دار السلام: ۶۱۰۷)

اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے قادیانی نے لکھا ہے:

”یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عیینہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھ ہے:-

”كان يدلّس قال احمد يخطئ في نحو من عشرين حديثاً عن الزهري عن

یحییٰ بن سعید القطان قال اشهد ان سفیان بن عیینہ اختلط سنة سبع و تسعين و مائة فمن سمع منه فيها فسماعه لاشئ“

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۷۰، زینام سفیان بن عیینہ دار الفکر العربی)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً بیس روایات میں اس نے غلطی کی (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری سے لی ہے) تنگی بن سعید کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن عیینہ کے حواس ۱۹ھ میں بجا نہ رہے تھے۔ پس جس نے اس سال (یا اس کے بعد) اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے“

(القول لمبین ص ۵۷-۵۸)

عرض ہے کہ مسند الحمیدی (تحقیقی: ۵۵۵) وغیرہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح موجود ہے لہذا یہاں تدلیس کا اعتراض باطل ہے۔

حافظ ذہبی نے بتایا کہ غالب ظن یہ ہے کہ کتب ستہ کے مصنفین کے اساتذہ نے سفیان بن عیینہ سے ۱۹ھ سے پہلے احادیث سنی تھیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۷۲/۱)

یعنی زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم عرف ابن راہویہ اور حمیدی وغیرہم کا سفیان بن عیینہ سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہذا یہاں اختلاط کا الزام مردود ہے۔

امام سفیان بن عیینہ کے علاوہ یہی حدیث درج ذیل راویوں نے بھی امام زہری سے سنی ہے:

(۱) شعیب بن ابی حمزہ (صحیح بخاری: ۴۸۹۶)

(۲) مالک بن انس (صحیح مسلم: ۳۵۳۲)

(۳) معمر بن راشد (صحیح مسلم، دار السلام: ۶۱۰۷)

(۴) یونس بن یزید الدلیلی (صحیح مسلم، دار السلام: ۶۱۰۶) وغیرہم

لہذا امام سفیان بن عیینہ پر قادیانی کا اعتراض سرے سے مردود بلکہ خیانت ہے۔

[باقی آئندے شمارے میں۔ ان شاء اللہ]

اعظم المبارکی

احسن الحديث

## اوروں کو نصیحت خود میاں فضیلت!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں۔ (الصف: ۲-۳، نیز دیکھئے سورۃ البقرہ: ۲۴۰)

فقہ القرآن: ☆ اللہ تعالیٰ سے یا عام انسانوں سے کئے ہوئے معاہدوں اور وعدوں کا ایفا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وعدے کی خلاف ورزی کو منافقت کی نشانی قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۳۳) و صحیح مسلم (۵۹)

☆ دین اسلام میں لاف زبیاں اور شیخیاں بگھارنا ممنوع ہے۔  
☆ جس فعل کو ادا کرنے کی نیت نہ ہو اسے زبان سے کہنا مبغوض عمل ہے۔  
☆ ایک داعی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر قول و فعل میں تضاد نہ آئے۔

☆ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:  
قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص (ان آنتوں کے ارد گرد) اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا اپنی چکی پر چکر لگاتا ہے۔ جہنمی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھائی کا حکم نہیں دیتے تھے؟ اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ شخص کہے گا: میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود (نیک کام) نہیں کرتا تھا اور تمہیں بُرے کاموں سے روکتا تھا لیکن خود (بُرے کام) کرتا تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۲۶۷ و صحیح مسلم: ۲۹۸۹، ملخصاً)

ابومعاذ

## نزع کے عالم میں توبہ قبول نہیں ہوتی

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَغْرُغْ)) اللہ تعالیٰ بندے کے غرغرے (نزع کے عالم) سے پہلے اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۳۷، وقال: ”هذا حديث حسن غريب“ وسنده حسن وحسنه البغوي في شرح السنة: ۱۳۰۶، وصححه ابن حبان [الموارد: ۲۴۴۹، الاحسان: ۶۲۷] والحاكم ۴/۲۵۷ ووافقه الذہبی)

اس روایت میں عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث اور مکحول الشامی بری من التذلیس تھے۔ والحمد للہ

حدیث مذکور کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے سورۃ النساء (۱۷-۱۸) اور سورۃ المؤمن (۸۴-۸۵)

معلوم ہوا کہ جب موت یعنی جان کنی کا وقت قریب آجائے تو اُس وقت (کافر کی) توبہ قبول نہیں ہوتی۔ فرعون نے جب موت کے وقت اللہ پر ایمان کا اقرار کیا اور اپنے آپ کو مسلمین میں سے شمار کیا تو اسے کہا گیا: کیا اب؟! اور اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا تھا اور فساد یوں میں سے تھا۔ (یونس: ۹۱)

فرعون نے اس وقت ایمان لانے کا اقرار کیا جب ایمان کوئی نفع نہیں دیتا۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۳/۵۰۹) اس کے سراسر برعکس ابن عربی (صوفی وحدت الوجودی) نے کہا:

”فرعون ڈوبتے ڈوبتے ایمان سے مرا ہے، پاک صاف مرا ہے۔“ (فصوص الحکم ص ۱۸۷-۱۸۸، ولفظہ: ”فقبضه طاهراً مطهراً ليس فيه شيء من الخبث لأنه قبضه عند إيمانه...“ إلخ فص حكمة علوية في كلمة موسوية، مع شرح الجامی ص ۹۷، اردو ترجمہ عبدالقدیر صدیقی ص ۴۱۳ واللفظ لہ)

ابن عربی کی یہ بات کہ فرعون مومن ہو کر مرا تھا بالکل غلط اور باطل ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ ”فرعون کافر مرا تھا اور موت کے وقت اس کا دعویٰ ایمان مردود ہے“ اور اسی پر مسلمانوں کا (بلکہ یہود و نصاریٰ کا بھی) اجماع ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ (۲/۹۷۲)